فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۷۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: اہل سنت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟

جواب: اہل سنت والجماعت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے اقراری ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کو چوتھا خلیفہ برحق مانتے ہیں۔

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي شَيْءٍ مِنْهَا مَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّهُ اسْتَخْلَفَهُ بَعْدَهُ وَلَا يُنْكِرُ فَضْلَ عَلِيٍّ مُؤْمِنٌ وَلَا يَجْهَلُ سَابِقَتَهُ وَمَوْضِعَهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ دِينِ اللّٰهِ عَالِمٌ وَقَدْ ثَبَتَ عَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ فَضَّلَ أَبَا بَكْرٍ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ طُرُقٍ صِحَاحٍ .

”کسی روایت میں ایسا کچھ ثابت نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ (بلافصل) مقرر کیا ہو۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کا کوئی مؤمن انکار نہیں کرسکتا، نہ کوئی عالم دین آپ رضی اللہ عنہ کی (بچوں میں) سبقت اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مقام سے ناواقف ہے۔ صحیح سندوں سے ثابت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خود پر فضیلت دی ہے۔“

(التّمهيد : 133/22، الميسّر للتّوربشتي : 1326/4)

(سوال): تقیہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): تقیہ شیعہ کا دین ہے، اسلام میں تقیہ حرام ہے۔

❀ علامہ طوفی صرصری رحمہ اللہ (۷۱۶ھ) فرماتے ہیں:

حُجَّةُ أَهْلِ السُّنَّةِ عَلٰى إِنْكَارِهَا؛ هُوَ أَنَّ التَّقِيَّةَ نِفَاقٌ، وَالنِّفَاقُ حَرَامٌ، فَالتَّقِيَّةُ حَرَامٌ ...... وَالتَّقِيَّةُ هِيَ إِظْهَارُ الْإِنْسَانِ خِلَافَ مَا يُبْطِنُهُ خِيفَةً عَلٰى نَفْسِهٖ وَهٰذَا هُوَ حَدُّ النِّفَاقِ بِعَيْنِهٖ، وَأَمَّا أَنَّ النِّفَاقَ حَرَامٌ فَلِوُرُودِ الشَّرْعِ بِذَمِّ الْمُنَافِقِينَ عَلَيْهِ، وَلَا يَذُمُّهُمْ إِلَّا عَلٰى حَرَامٍ، وَالْإِجْمَاعُ يُثْبِتُ أَنَّ التَّقِيَّةَ حَرَامٌ.

''اہل سنت والجماعت کا تقیہ کو ناجائز کہنے کی دلیل یہ ہے کہ تقیہ نفاق ہے اور نفاق حرام ہے، لہٰذا تقیہ بھی حرام ہے۔......تقیہ کی تعریف یہ ہے کہ جان کے خوف سے انسان کا اپنے باطن کے خلاف چیز کو ظاہر کرنا، نفاق کی بھی بالکل یہی تعریف ہے۔ نفاق حرام ہے، کیونکہ شریعت میں منافقین کی نفاق کی وجہ سے مذمت کی گئی ہے اور شریعت حرام کام پر ہی مذمت کرتی ہے۔ اسی طرح اجماع سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ تقیہ حرام ہے۔''

(التّعيين لشرح الأربعين، ص 324)

(سوال): کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بلافصل ہیں؟

(جواب): سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بالا جماع پہلے اول خلیفہ ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ ہیں۔ آپ کے خلیفہ بلافصل ہونے پر کوئی دلیل نہیں، ورنہ آپ خود یا اہل بیت میں سے کوئی فرد بشر ضرور کہہ دیتا کہ آپ رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ ہیں۔ آپ کبھی بھی خلفائے ثلاثہ کی

خلافت پر بیعت نہ کرتے، نہ ہی اہل بیت ایسا کرتے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

قَالَتِ الشِّيعَةُ وَالرَّافِضَةُ : عَلٰى عَلِيٍّ وَهٰذِهٖ دَعَاوٰى بَاطِلَةٌ وَجَسَارَةٌ عَلَى الْافْتِرَاءِ وَوَقَاحَةٌ فِي مُكَابَرَةِ الْحِسِّ وَذٰلِكَ لِأَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعُوا عَلَى اخْتِيَارِ أَبِي بَكْرٍ وَعَلٰى تَنْفِيذِ عَهْدِهٖ إِلٰى عُمَرَ وَعَلٰى تَنْفِيذِ عَهْدِ عُمَرَ بِالشُّورٰى وَلَمْ يُخَالِفْ فِي شَيْءٍ مِنْ هٰذَا أَحَدٌ وَلَمْ يَدَّعِ عَلِيٌّ وَلَا الْعَبَّاسُ وَلَا أَبُو بَكْرٍ وَصِيَّةً فِي وَقْتٍ مِّنَ الْأَوْقَاتِ وَقَدِ اتَّفَقَ عَلِيٌّ وَالْعَبَّاسُ عَلٰى جَمِيعِ هٰذَا مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ مَانِعَةٍ مِنْ ذِكْرِ وَصِيَّةٍ لَوْ كَانَتْ فَمَنْ زَعَمَ أَنَّهٗ كَانَ لِأَحَدٍ مِنْهُمْ وَصِيَّةٌ فَقَدْ نَسَبَ الْأُمَّةَ إِلَى اجْتِمَاعِهَا عَلَى الْخَطَأِ وَاسْتِمْرَارِهَا عَلَيْهِ وَكَيْفَ يَحِلُّ لِأَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ أَنْ يَنْسِبَ الصَّحَابَةَ إِلَى الْمُوَاطَأَةِ عَلَى الْبَاطِلِ فِي كُلِّ هٰذِهِ الْأَحْوَالِ وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ لَنُقِلَ فَإِنَّهٗ مِنَ الْأُمُورِ الْمُهِمَّةِ .

''شیعہ اور روافض کہتے ہیں کہ (نبی کریم ﷺ نے خلافت کی وصیت) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے کی تھی۔ جبکہ یہ دعویٰ باطل ہے، جھوٹ پر جسارت اور اپنے بغض وعناد پر ڈھٹائی کی دلیل ہے۔ اس لیے کہ صحابہ کرام نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنے پر اجماع کر لیا تھا، اسی طرح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت سونپنے

پر بھی اجماع کیا تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت باہم مشاورت سے سونپی گئی تھی۔ اس میں کسی صحابی نے اختلاف نہیں کیا۔ سیدنا علی، سیدنا عباس، بلکہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی کبھی وصی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ سیدنا علی بن ابی طالب اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما نے ان تمام اُمور پر اتفاق کیا اور کسی وصیت کا ذکر نہیں کیا۔ جس نے یہ دعویٰ کیا کہ فلاں صحابی کو (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خلافت کی) وصیت کی گئی تھی، تو گویا اس نے امت کی طرف یہ نسبت کر دی کہ وہ خطا پر جمع ہو گئی اور اس پر مسلسل قائم رہی، بھلا اہل قبلہ میں سے کسی کے لیے حلال ہو سکتا ہے کہ وہ صحابہ کرام کی طرف یہ نسبت کرے کہ وہ ان تمام مراحل میں جان بوجھ پر باطل پر جمع ہو گئے۔ اگر کوئی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خلافت کی) وصیت ہوتی، تو اس کو ضرور نقل کیا جاتا، کیونکہ یہ انتہائی اہم معاملہ تھا۔''

(شرح النّووي: 206/12)

❁ علامہ ابن رسلان رحمہ اللہ (۸۴۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَكْثَرَتِ الشِّيعَةُ وَالرَّوَافِضُ مِنَ الْأَحَادِيثِ الْكَاذِبَةِ وَاخْتَرَعُوا نُصُوصًا عَلَى اسْتِخْلَافِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم عَلِيًّا وَادَّعُوا أَنَّهَا تَوَاتَرَتْ عِنْدَهُمْ وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ مَعْرُوفًا عِنْدَ الصَّحَابَةِ، لَذَكَرُوهُ يَوْمَ السَّقِيفَةِ وَلَذَكَرَهُ عَلِيٌّ مُحْتَجًّا لِنَفْسِهٖ.

''شیعہ اور روافض نے بہت سی جھوٹی احادیث بیان کی ہیں اور نصوص گھڑی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا تھا۔ ان کا دعویٰ ہے کہ یہ

احادیث ان کے ہاں متواتر ہیں، حالانکہ اگر ایسی کوئی حدیث صحابہ کرام کے ہاں معروف ہوتی، تو وہ اسے سقیفہ والے دن ضرور ذکر کرتے، نیز سیدنا علی رضی اللہ عنہ اسے اپنی خلافت پر بطور دلیل پیش کرتے۔''

(شرح أبي داود: 332/12)

❁ نیز فرماتے ہیں:

ذَهَبَتِ الشِّيعَةُ وَالرَّافِضَةُ إِلٰى أَنَّهٗ نَصَّ عَلٰى عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَكُلُّ ذٰلِكَ أَقْوَالٌ بَاطِلَةٌ قَطْعًا، إِذْ لَوْ كَانَ ذٰلِكَ لَكَانَ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ أَعْرَفَ بِذٰلِكَ فَإِنَّهُمُ اخْتَلَفُوا فِي ذٰلِكَ يَوْمَ السَّقِيفَةِ، وَقَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ مَا عِنْدَهٗ فِي ذٰلِكَ مِنَ النَّظْرِ، وَلَمْ يَنْقُلْ أَحَدٌ مِّنْهُمْ نَصًّا عَلٰى رَجُلٍ بِعَيْنِهٖ وَلَوْ كَانَ عِنْدَهُمْ نَصٌّ لَاسْتَحَالَ السُّكُوتُ عَلَيْهِ فِي مِثْلِ ذٰلِكَ الْوَقْتِ الْعَظِيمِ وَالْخُطَبِ الْمُهِمِّ الْجَسِيمِ، وَالتَّوَاطُؤُ مِنْ ذٰلِكَ الْجَمْعِ عَلَى الْكِتْمَانِ وَمُدِّعِي النَّصِّ فِي ذٰلِكَ كَاذِبٌ وَالْمَسْأَلَةُ إِجْمَاعِيَّةٌ قَطْعِيَّةٌ.

''شیعہ اور روافض کا مذہب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص قائم کی تھی۔ یہ تمام اقوال سراسر باطل ہیں، کیونکہ اگر ایسا ہی ہوتا، تو مہاجرین اور انصار اسے جانتے ہوتے، کیونکہ سقیفہ والے دن خلافت کے بارے میں انہیں کا اختلاف ہوا تھا، ہر صحابی نے اپنے اجتہاد اور رائے سے

بات کی، کسی نے معین شخص کو خلیفہ منتخب کرنے کے بارے میں کوئی نص نقل نہیں کی، اگر کسی کے پاس اس بارے میں کوئی نص قطعی ہوتی، تو اس کے لیے اس عظیم وقت میں اور ان اہم خطبوں میں سکوت کرنا ناممکن تھا، نیز تمام صحابہ کا نص کو چھپانے پر اکٹھا ہو جانا محال ہے۔ لہٰذا خلافت کے بارے میں نص کا دعویٰ کرنے والا جھوٹا ہے۔ اس لیے مسئلہ خلافت قطعی اجماعی تھا۔''

(شرح أبي داود : 546/12)

سوال: عقیدۂ رجعت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: شیعہ کا عقیدہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے دیگر ائمہ دنیا میں آئیں گے۔ یہ عقیدہ قرآن وحدیث اور اجماع اُمت کی رُو سے باطل ہے۔

❀ علامہ ابن عطیہ رحمہ اللہ (۵۴۲ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ بَعْضُ الشِّيعَةِ : إِنَّ الْإِشَارَةَ بِهٰذِهِ الْآيَةِ إِنَّمَا هِيَ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَإِنَّ اللّٰهَ سَيَبْعَثُهٗ فِي الدُّنْيَا، وَهٰذَا هُوَ الْقَوْلُ بِالرَّجْعَةِ، وَقَوْلُهُمْ هٰذَا بَاطِلٌ وَّافْتِرَاءٌ عَلَى اللّٰهِ وَبُهْتَانٌ مِنَ الْقَوْلِ .

''بعض شیعہ کہتے ہیں: اس آیت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ دنیا میں بھیجے گا۔ یہ عقیدہ رجعت ہے، شیعہ کا یہ قول باطل اور اللہ پر جھوٹ و بہتان ہے۔''

(تفسير ابن عطيّة : 393/3، البحر المُحيط لأبي حيّان : 530/6)

سوال: کیا باطل اور گمراہ فرقوں کی کارستانیوں کے بارے میں آگاہ کیا گیا ہے؟

جواب: جی ہاں، احادیث کا عموم اس پر دلالت کناں ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ، يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ، وَلَا آبَاؤُكُمْ، فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ، لَا يُضِلُّونَكُمْ، وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ.

''آخری زمانہ میں کچھ دجال اور کذاب ہوں گے، جو ایسی ایسی احادیث لے کر آئیں گے، جو آپ نے سنی ہوں گی، نہ آپ کے آباء واجداد نے، خود کو ان سے بچا کر رکھیے گا، کہیں وہ آپ کو گمراہ نہ کر دیں اور فتنے کا شکار نہ کر دیں۔''

(صحيح مسلم : 7)

❀ علامہ مظہری حنفی رحمہ اللہ (۷۲۷ھ) کہتے ہیں:

يَعْنِي يَتَحَدَّثُونَ بِالْأَحَادِيثِ الْكَاذِبَةِ، وَيَبْتَدِعُونَ أَحْكَامًا بَاطِلَةً، وَيُعَلِّمُونَ النَّاسَ اعْتِقَادَاتٍ فَاسِدَةٍ، كَالرَّوَافِضِ وَالْمُعْتَزِلَةِ وَالْجَبرِيَّةِ وَغَيْرِهِمْ مِنْ أَهْلِ الْبِدَعِ.

''اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ وہ (دجال وکذاب) جھوٹی احادیث بیان کریں گے، باطل احکام وضع کریں گے اور لوگوں کو برے عقائد کی تعلیم دیں گے، جیسا کہ روافض، معتزلہ، جبریہ اور دیگر اہل بدعت کرتے ہیں۔''

(المَفاتيح في شرح المَصابيح : 258/1، شرح المَصابيح لابن الملك : 161/1)

سوال: أَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي کا مفہوم واضح کریں؛

جواب: معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي

''میں صرف تقسیم کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔''

(صحيح البخاري: 71، صحيح مسلم: 1037)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کتاب العلم اور کتاب الغنائم میں ذکر کیا ہے۔ معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے علم نبوت سے نوازتا ہے اور میں اس کی تبلیغ کرتا ہوں۔ یا اللہ تعالیٰ مال غنیمت عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ یہ تحت الاسباب امداد ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا أُعْطِيكُمْ وَلَا أَمْنَعُكُمْ، إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ أَضَعُ حَيْثُ أُمِرْتُ .

''میں نہ تمہیں کچھ دے سکتا ہوں اور نہ روک سکتا ہوں، میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں، جہاں حکم ہوتا ہے، وہیں خرچ کرتا ہوں۔''

(صحيح البخاري: 3117)

یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واضح فرما رہے ہیں کہ میں تمہیں کچھ عطا نہیں کر سکتا، نہ ہی رب کی عطا میں بندش ڈال سکتا ہوں۔

سوال: کیا اہل سنت کتب میں اللہ تعالیٰ کو 'امرد' (بے ریش نوجوان) کہا گیا؟

جواب: بعض لوگ یہ باور کراتے ہیں کہ نعوذ باللہ اہل سنت کی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کی گستاخیاں کی گئی ہیں۔ اس بات سے قطع نظر کہ خود ان کی اپنی کتابیں اللہ تعالیٰ، فرشتوں، انبیائے کرام اور صحابہ عظام کی گستاخیوں سے بھری پڑی ہیں۔ مگر ہم یہاں ان کے بیان کردہ اعتراض پر بات کریں گے۔

ان کا کہنا ہے کہ اہل سنت کی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کو 'امرد' یعنی بے ریش نوجوان کہا

گیا ہے، جس پر ''جرد مرد'' کا لفظ بھی بولا جاتا ہے۔

اہل سنت والجماعت کی کتب میں ایسی روایات اگرچہ موجود ہیں، مگر محدثین نے ان روایات کو قابل حجت قرار نہیں دیا اور نہ اس کے مطابق عقیدہ بنایا۔ اس کی دلیل ایک تو ائمہ اہل سنت کا ان روایات پر نقد و جرح کرنا ہے، دوسرا یہ کہ اہل سنت نے عقیدہ پر جتنی کتابیں لکھی ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ کی یہ صفت ذکر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ ''امرد'' ہے۔ اس لیے اہل سنت کے متعلق یہ باور کرانا جہالت اور ظلم ہے کہ وہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کے گستاخ ہیں۔ اہل سنت سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا ادب کرنے والا کوئی نہیں۔

لیجئے، ملاحظہ کیجئے وہ روایات اور ان پر محدثین کا کلام؛

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَأَيْتُ رَبِّي جَعْدًا أَمْرَدَ .

''میں نے اپنے رب کو دیکھا، اس کے بال گنگریالے تھے اور وہ بے ریش تھا۔''

(الأسماء والصّفات للبيهقي : 938، الكامل لابن عَدي : 677/2، كتاب السنّة للطّبراني، كما في اللآلي المَصنوعة للسيوطي : 29/1-31، تاريخ بغداد للخطيب : 55/13، العِلَل المُتناهية لابن الجَوزي :22/1)

اس کی سند ضعیف و منکر ہے۔

① قتادہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حُجَّةٌ بِالْإِجْمَاعِ إِذَا بَيَّنَ السَّمَاعَ، فَإِنَّهٗ مُدَلِّسٌ مَّعْرُوفٌ بِذٰلِكَ .

''قتادہ سماع کی صراحت کریں، تو بالاجماع حجت ہیں۔ وہ معروف مدلس ہیں۔''

(سِيَر أعلام النّبلاء : 270/5)

② یہ حماد بن سلمہ رحمہ اللہ کی منکر روایت ہے۔

۞ امام ابوبکر بن ابی داود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مِنْ أَنْكَرِ مَا أَتٰى بِهٖ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ .

''یہ حماد بن سلمہ رحمہ اللہ کی منکر ترین روایت ہے۔''

(اللآلي المَصنوعة للسّيوطي :29/1)

۞ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَا يَثْبُتُ . ''یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(العِلَل المُتناهية في الأحاديث الواهية :23/1)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''منکر'' کہا ہے۔

(سِيَر أعلام النُّبلاء : 113/10)

اس حدیث کو تصحیح کے متعلق امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ کا قول (اللآلی المصنوعہ للسیوطی: ۱/۲۹) ثابت نہیں۔اس کی سند میں ابوبکر بن صدقہ ''مجہول'' ہے۔

۞ یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوف بھی مروی ہے۔

(اللآلي المصنوعة للسّيوطي، ص 30)

اس کی سند ضعیف ہے۔

① ابن جریج کا عنعنہ ہے۔

② ضحاک بن مزاحم کا سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

۞ یہی روایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی موقوف مروی ہے۔

(اللآلي المصنوعة للسّيوطي، ص 30)

سند ضعیف ہے۔

① ابن جریج کا عنعنہ ہے۔

② صفوان بن سلیم کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں۔

❀ سیدہ ام طفیل رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهٗ رَأَی رَبَّهٗ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْمَنَامِ فِي صُورَةِ شَابٍّ مُوَفَّرٍ .

''انہوں نے اپنے رب کو خواب میں دیکھا، گویا لمبے بالوں والا نوجوان ہو۔''

(السنّة لابن أبي عاصم : 471، المعجم الكبير للطّبراني : 143/25، الأسماء والصِّفات للبيهقي : 942، تاريخ بغداد للخطيب : 419/15)

اس کی سند سخت ضعیف ہے۔

① مروان بن عثمان انصاری کو امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 272/8)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''متروک'' قرار دیا ہے۔

(الإصابة في تمييز الصحابة : 424/8)

② عمارہ بن عامر ''مجہول'' ہے، نیز اس کا ام طفیل رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں۔

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ عُمَارَةُ وَلَا سَمَاعُهٗ مِنْ أُمِّ الطُّفَيْلِ .

''عمارہ غیر معروف ہے، نیز اس کا سیدہ ام طفیل رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں۔''

(التّاريخ الأوسط : 1419)

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''منکر'' کہا ہے۔

(العِلَل المتناهية لابن الجوزي : 15/1، المنتخب لابن قدامة من علل الخلال : 183)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

...... حَدِيثًا مُنْكَرًا لَمْ يَسْمَعْ عُمَارَةُ مِنْ أُمِّ الطُّفَيْلِ، وَإِنَّمَا ذَكَرْتُهُ لِكَي لَا يَغْتَرَّ النَّاظِرُ فِيهِ فَيَحْتَجَّ بِهِ .

''یہ حدیث منکر ہے۔عمارہ نے ام طفیل رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں کیا، میں نے اس راوی کو یہاں اس لیے ذکر کیا، کہ اس کے متعلق تحقیق کرنے والا دھوکہ کھا کر اس سے حجت نہ پکڑ لے۔''

(الثّقات : 4682)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مَتْنٌ مُنْكَرٌ . ''یہ منکر متن ہے۔''

(تهذيب التهذيب : 95/10)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَأَيْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِي مَنَامِي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ كَالشَّابِّ الْمُوَفَّرِ .

''میں نے خواب میں اپنے رب عزوجل کو حسین ترین صورت میں دیکھا، گویا لمبے بالوں والا جوان ہو۔''

(رؤية الله للدارقطني : 285)

سند جھوٹی ہے۔

① خالد بن نجیح مصری ''کذاب ووضاع'' ہے۔

② عبدالرحمٰن بن خالد بن نجیح بھی ''متروک الحدیث'' ہے۔

③ اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ ''متروک'' ہے۔

❁ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ''مضطرب'' قرار دیا ہے۔

(بیان تلبیس الجهميّة لابن تيميّة : 7/215، 217)

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِيهَا صَحِيحٌ، وَكُلُّهَا مُضْطَرِبَةٌ .

''اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں، ساری کی ساری مضطرب ہیں۔''

(العِلَل : 5/57)

❁ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (کتاب التوحید : ۱/۱۹۱) اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ (تلخیص المتشابہ : ۱/۳۰۲) نے غیر ثابت قرار دیا ہے۔

❁ امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ يَثْبُتُ إِسْنَادُهُ عِنْدَ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ بِالْحَدِيثِ .

''محدثین کرام کے نزدیک اس کی سند ثابت نہیں۔''

(قيام اللّيل، ص 43)

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي ثُبُوتِ هٰذَا الْحَدِيثِ نَظَرٌ .

''اس حدیث کا ثابت ہونا محل نظر ہے۔''

(كتاب الأسماء والصّفات، ص 380)

کسی صحیح حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ثابت نہیں۔

تنبیہ:

❁ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

حَدِيثُ : رَأَيْتُ رَبِّي بِمِنًى يَوْمَ النَّفْرِ عَلٰى جَمَلٍ أَوْرَقَ عَلَيْهِ جُبَّةُ صُوفٍ أَمَامَ النَّاسِ، مَوْضُوعٌ لَا أَصْلَ لَهٗ .

''حدیث:''میں نے اپنے رب کو یوم نفر (۱۳ ذوالحجہ) کو منی میں دیکھا، وہ ایک سفید سیاہی مائل اونٹ پر سوار تھا، اس نے اون کا جبہ پہن رکھا تھا۔ وہ لوگوں کے آگے تھا۔''من گھڑت اور بے اصل ہے۔''

(المَصنوع في معرفة الحديث الموضوع : 137)

سوال: زیرناف بالوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: مرد و زن کی شرم گاہ اور اس کے گرد اُگنے والے بال زیرناف کہلاتے ہیں، انہیں صاف کرنا فطرت ہے۔ طبی اعتبار سے کئی فوائد بھی ہیں، ان کی کم سے کم مدت مقرر نہیں، البتہ زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے۔ چالیس دنوں سے تجاوز جائز نہیں۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

وُقِّتَ لَنَا فِي قَصِّ الشَّارِبِ، وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ، وَنَتْفِ الْإِبِطِ، وَحَلْقِ الْعَانَةِ، أَنْ لَّا نَتْرُكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لبیں لینے، ناخن کاٹنے، بغل کے بال اکھاڑنے اور زیر ناف بال صاف کرنے کی آخری حد چالیس دن رکھی ہے کہ اس سے زیادہ تاخیر نہ کی جائے۔''(صحیح مسلم : ۲۵۸)

❀ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

اَلْأَفْضَلُ أَنْ يُقَلِّمَ أَظْفَارَهٗ وَيُحْفِيَ شَارِبَهٗ وَيَحْلِقَ عَانَتَهٗ وَيُنَظِّفَ بَدَنَهٗ بِالْاِغْتِسَالِ فِي كُلِّ أُسْبُوعٍ مَّرَّةً فَإِنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَفِي كُلِّ

خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا وَّلَا يُعْذَرُ فِي تَرْكِهٖ وَرَاءَ الْأَرْبَعِينَ ...... وَلَا عُذْرَ فِيمَا وَرَاءَ الْأَرْبَعِينَ وَيَسْتَحِقُّ الْوَعِيدَ .

''افضل یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک دفعہ ناخن کاٹے جائیں، لبیں لی جائیں، زیر ناف بال صاف کئے جائیں اور غسل کیا جائے، اگر ایسا نہ کر پائے، تو پندرہ دن بعد کر لے، چالیس دن تک بھی اگر ایسا نہیں کرتا، تو عذر قبول نہیں، بلکہ وعید کا مستحق ٹھہرے گا۔'' (فتاویٰ عالمگیری: ۱/ ۳۵۷)

❀ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:

كُرِهَ تَرْكُهٗ تَحْرِيمًا وَّلَا عُذْرَ فِيمَا وَرَاءَ الْأَرْبَعِينَ وَيَسْتَحِقُّ الْوَعِيدَ .

''چالیس دن کے بعد بھی زیر ناف صاف نہ کرنا مکروہ تحریمی ہے، ایسا کرنے والا وعید کا مستحق ہو جاتا ہے۔'' (فتاوی شامی: ۶/ ۴۰۷)

① نظافت اور ستھرائی کے لئے بہتر ہے کہ پچھلی شرمگاہ کے اردگرد بال بھی صاف کئے جائیں، اگرچہ اس کے بارے میں روایت نہیں ملتی۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

يُسْتَحَبُّ إِمَاطَةُ الشَّعْرِ عَنِ الْقُبُلِ وَالدُّبُرِ بَلْ هُوَ مِنَ الدُّبُرِ أَوْلٰى خَوْفًا مِّنْ أَنْ يَعْلَقَ شَيْءٌ مِّنَ الْغَائِطِ فَلَا يُزِيلُهُ الْمُسْتَنْجِي إِلَّا بِالْمَاءِ وَلَا يَتَمَكَّنُ مِنْ إِزَالَتِهٖ بِالْاِسْتِجْمَارِ .

''اگلی اور پچھلی دونوں شرمگاہوں سے بال صاف کرنا مستحب ہے، بلکہ پچھلی شرمگاہ سے بال صاف کرنا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ خدشہ رہتا ہے کہ ان بالوں

کے ساتھ کچھ پاخانہ چمٹا رہ جائے اور ڈھیلا استعمال کرنے سے صاف ہی نہ ہو پائے اور پانی کا استعمال ضروری ہو جائے۔''

(فتح الباري : ٣٤٣/١٠)

❁ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:

اَلْعَانَةُ الشَّعْرِ الْقَرِيبِ مِنْ فَرْجِ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ وَمِثْلُهَا شَعْرُ الدُّبُرِ بَلْ هُوَ أَوْلَى بِالْإِزَالَةِ لِئَلَّا يَتَعَلَّقَ بِهِ شَيْءٌ مِنَ الْخَارِجِ عِنْدَ الِاسْتِنْجَاءِ بِالْحَجَرِ .

''قبل اور دبر کے قریبی بال صاف کیجئے، بلکہ دبر کے بال صاف کرنا زیادہ بہتر ہے، تاکہ ڈھیلا استعمال کرتے وقت وہاں پاخانہ چمٹا نہ رہ جائے۔''

(فتاویٰ شامی: ۴۸۱/۲)

② لوہے کا آلہ یا کریم کا استعمال کیا جائے، ٹریٹ والوں کا پاکی ریزر، جو خشک جلد پر استعمال ہوتا ہے، زیادہ بہتر ہے۔ مرد وعورت کے لئے یکساں مفید ہے۔ اس میں وقت بھی زیادہ صرف نہیں ہوتا۔ زخم لگنے کا اندیشہ بھی نہیں ہے، خصوصا شوگر کے مریضوں یا بڑے پیٹ والوں کے لئے آسانی ہے۔ اس کا یہ فائدہ بھی ہے کہ جلد کا کلر بھی خراب نہیں ہوتا، کریموں میں ایسے کیمیکل ہوتے ہیں، جو جلد کو داغدار کر دیتے ہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

الْفِطْرَةُ خَمْسٌ، أَوْ خَمْسٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ الْخِتَانُ، وَالِاسْتِحْدَادُ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ .

''پانچ چیزیں فطرت ہیں؛ ختنے کروانا، لوہے کا استعمال (زیر ناف کی صفائی

کے لئے)،بغل کے بال اکھاڑنا، ناخن کاٹنااور مونچھیں پست کرنا۔''

(صحيح البخاري : ٥٨٨٩، صحيح مسلم : ٢٥٧)

③ اگر بیماری یا عذر کی وجہ سے زیر ناف صاف نہیں کرسکتا، تو گناہ گار نہیں، کیونکہ وہ مکلّف نہیں ۔ اپنی بیوی، بھائی یا ملازم سے یہ بال صاف نہیں کروانے چاہئیں، کیوں کہ اس میں ان کے لئے خفت اور پریشانی ہے، ضابطہ یہ ہے:

اَلضَّرَرُ الْأَشَدُّ يُزَالُ بِالضَّرَرِ الْأَخَفِّ .

''کم تر نقصان کو گوارا کرتے ہوئے بڑے نقصان سے بچا جائے گا۔''

زیر ناف بال صاف کروانا بڑی پریشانی ہے، بال صاف نہ کرنے سے۔

④ زندگی کی امید باقی نہ رہے تو، جسم کے بال صاف کر لینا چاہئے۔

❀ سیدنا خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ نے کیا تھا، آپ کفار کی قید میں تھے، انہیں بتایا گیا کہ آپ کو سولی چڑھا دیا جائے گا:

اسْتَعَارَ مُوسٰى مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ لِيَسْتَحِدَّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ .

''تو انہوں نے حارث بن عامر کی ایک بیٹی سے استرا مستعار لیا تا کہ زیر ناف صاف کرلیں۔''(صحيح البخاري : ٤٠٨٦)

بعضے غافل بالوں کے شرعی احکام سے واقف نہیں ہوتے، جن بالوں کو صاف کرنا حرام اور باعث لعنت ہے، انہیں صاف کر لیتے ہیں اور جن بالوں کو صاف کرنا ضروری ہے، انہیں صاف نہیں کرتے۔ کتنے ہی لوگ کہ اس حالت میں انہیں موت آجاتی ہے، بعد میں لواحقین ان کے بال صاف کرتے ہیں، حالاں کہ ایسا کرنا مناسب نہیں، کیونکہ وہ دار التکلیف سے نکل چکا ہے، اسے فائدہ نہیں اور ان کے لئے خوامخواہ کی پریشانی ہے۔

۵ خصیتین کے بال بھی تلف کرنے چاہئیں۔

۶ بعض لوگ ناف سے لے کر گھٹنوں تک بال اتار لیتے ہیں، یہ محض تکلف ہے۔

۷ غیر ضروری بال بائیں ہاتھ سے صاف کرنے چاہئیں، مجبوری کی صورت میں دایاں ہاتھ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔

۸ زیر ناف بال اتارنے کے بعد غسل اختیاری ہے، مشروع نہیں۔

۹ عوام میں یہ نظریہ بھی پایا جاتا ہے کہ بال اتارنے کی شرعی حد گزر جائے تو کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے، اس پر کوئی دلیل نہیں۔ البتہ حد گزر جائے، تو گناہ گار ضرور ہو گا۔

۱۰ بامر مجبوری زیر ناف بال کاٹے بھی جا سکتے ہیں، مونڈنا مسنون ہے۔

سوال: قرآن کریم کی قسم کا کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن کریم کی قسم اٹھانا جائز ہے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے، اسمائے حسنیٰ کی طرح صفات باری تعالیٰ کی بھی قسم اٹھائی جا سکتی ہے۔ احادیث میں کلمات الٰہیہ کی پناہ میں آنے کا ثبوت ملتا ہے۔ جب ان کی پناہ میں آنا جائز ہے، تو ان کی قسم بھی جائز ہے۔ قرآن بھی اللہ کی صفت ہے، لہٰذا اس کی قسم اٹھانا جائز ہے۔

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

الَّذِي أَجْمَعَ عَلَيْهِ الْعُلَمَاءُ فِي هٰذَا الْبَابِ هُوَ أَنَّهٗ مَنْ حَلَفَ بِاللّٰهِ أَوْ بِاسْمٍ مِنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ أَوْ بِصِفَةٍ مِّنْ صِفَاتِهٖ أَوْ بِالْقُرْآنِ أَوْ بِشَيْءٍ مِنْهُ فَحَنِثَ فَعَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِينٍ .

''قسم کے باب میں اہل علم کا اجماع ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ یا اس کے کسی نام یا صفت کی یا قرآن کی، یا قرآن کے کسی حصے کی قسم اٹھائی اور توڑ دی، تو اس پر

قسم کا کفارہ ہے۔‘‘

(التّمهيد لما في المؤطإ من المَعاني والأسانيد : 369/14)

❀ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ حَلَفَ بِالْمُصْحَفِ، انْعَقَدَتْ يَمِينُهُ ...... لِأَنَّ الْحَالِفَ بِالْمُصْحَفِ إِنَّمَا قَصَدَ الْحَلِفَ بِالْمَكْتُوبِ فِيهِ، وَهُوَ الْقُرْآنُ، فَإِنَّهُ بَيْنَ دَفَّتَيْ الْمُصْحَفِ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ.

’’اگر قرآن کی قسم کھائی، تو وہ قسم منعقد ہو جائے گی۔...... کیونکہ قرآن کی قسم اٹھانے والا اس میں لکھا ہوا کلام مراد لیتا ہے اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ دو گتوں کے درمیان جو ہے، وہ قرآن ہے۔‘‘

(المغني : 461/13)

مصنف عبد الرزاق (۱۵۹۳۲) میں قتادہ کا قول ثابت نہیں۔ معمر عن قتادہ روایت ضعیف ہوتی ہے۔

(سوال): مندرجہ ذیل اثر کا معنی واضح کریں؛

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیت مبارکہ: ﴿اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فِي كُلِّ أَرْضٍ مِثْلُ إِبْرَاهِيمَ وَنَحْوُ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْخَلْقِ.

’’ہر زمین میں ابراہیم علیہ السلام کی مثل اور اس زمین کے اوپر والی مخلوق موجود ہے۔‘‘

(تفسير الطّبري : 469/23، المستدرك للحاكم : 23/38، الأسماء والصّفات للبيهقي : 832، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ بیہقی رحمہ اللہ (الاسماء والصفات :۸۳۲) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری : ۲۹۳/۶) نے اس اثر کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(جواب): حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ مَحْمُولٌ إِنْ صَحَّ نَقْلُهٗ عَنْهُ عَلٰى أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخَذَهٗ عَنِ الْإِسْرَائِيلِيَّاتِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''اگر اس اثر کی سند صحیح ہے، تو اسے اس معنی پر محمول کیا جائے گا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات اسرائیلی روایات سے اخذ کی ہے، واللہ اعلم!''

(البداية والنّهاية :43/1)

❁ نیز اسرائیلی روایات کے بارے میں مؤقف یوں بیان کرتے ہیں:

''اسرائیلی روایات کی تین اقسام ہیں؛ ① جن کے صحیح ہونے کا علم ہمیں کتاب اللہ یا سنت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے ہو چکا ہے، ② جن کا جھوٹا ہونا معلوم ہو کہ اس کے خلاف کتاب وسنت میں ثابت ہو، ③ جن کے بارے میں کوئی فیصلہ کن بات نہ ہو، انہیں بیان کرنے کی اجازت ہے، جیسا کہ فرمانِ نبوی ہے: بنی اسرائیل سے روایت بیان کر لیا کرو، اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسرائیلی روایات کی اسی قسم کی تصدیق وتکذیب نہ کرنے کو کہا گیا ہے، فرمان نبوی ہے: بنی اسرائیل کی نہ تصدیق کرو، نہ تکذیب۔''

(تفسير ابن كثير :528/3)